انوارِ قرآن

مذہبی رواداری اور فلسفۂ اتحاد

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری☆

اس میں دو رائے نہیں کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے درمیان ہزار اختلافات کے باوجود ایک رشتہ بہرحال موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ سب کا پروردگار ایک ہے، یعنی سارے انسانوں کا خالق بس اللہ ہے اور وہی سب کو رزق بھی فراہم کرتا ہے۔ گویا مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم سب اسی کے بندے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اسے اپنا پالنہارِ حقیقی تسلیم کرتے ہیں اور اپنی جبین نیاز اسی واحد و یکتا کی چوکھٹ پر جھکاتے ہیں، جب کہ دوسرے وہ ہیں جو نہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی بارگاہ میں سر جھکاتے ہیں۔ اس طرح ایک حیثیت سے دونوں طبقے ایک دوسرے کے قریب آتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، لیکن ایمان و یقین کے پس منظر سے دونوں میں بلا کی دوری ہو جاتی ہے۔ یہ بُعد اس شخص کے لیے مزید بڑھ جاتا ہے جس کے نزدیک ایمان و یقین دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہو جائے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ ایک مسلم اور کافر کے درمیان ایسی خلیج ہونی چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی شکل تک نہیں دیکھ سکیں بلکہ مدعا صرف اس قدر ہے کہ دونوں کے درمیان وہ بات نہیں ہوتی ہے جو کسی دو اپنوں کے بیچ ہوا کرتی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں غیروں کے ساتھ تعلقات کے پیمانے از سر نو گڑھے جا رہے ہیں۔ ''اسلامی رواداری'' کی بھاری بھرکم اصطلاح کے پس پردہ بعض ترقی پسند علماء نے ہولے ہولے اس طرف قدم بڑھانا شروع کر دیا ہے جس کی انتہاء سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ایمان وکفر کے درمیان بلند و بالا فصیل کا قد چھوٹا ہو جائے۔ احتیاط کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھام کر بھی کم از کم اتنا تو کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے اتحاد و یگانگت کا جو فلسفہ پیش کیا ہے، وہ ایک نہ ایک دن حق و باطل کے درمیان آمیزش کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ اب ہم ذیل میں اس حوالے سے پہلے ڈاکٹر طاہر القادری کے افکار پیش کریں گے پھر عدل و انصاف کے آئینے میں ان کی وثوقیت کا جائزہ لیں گے۔

اہل کتاب بھی ایمان والے ہیں؟ مذہبی نقطۂ نگاہ سے بنیادی طور پر قرآن مقدس کے مطابق دنیا کے انسانوں کو چار طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، مومن، منافق، اہل کتاب اور کافر۔ اس حوالے سے بطور شواہد کئی آیتیں نقل کی جا سکتی ہیں، لیکن طوالت سے بچنے کے لیے یہاں صرف ایک ایک پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْن۔ (سورہ مومنون آیت ۱)

بے شک ایمان والے مراد کو پہنچے۔

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار۔ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ (سورہ نساء ۱۴۵) بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

يَاۤ اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (سورہ آل عمران ۷۱)

اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو اور جانتے بوجھتے حق کو کیوں چھپاتے ہو؟

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔ (سورہ نساء ۱۴۴)

اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت قائم کر لو۔

یہ پوری تقسیم اختصار کے ساتھ اس طرح سمیٹی جا سکتی ہے جو دل اور زبان دونوں سے مبادیات دین کا اقرار کر لے وہ ''مومن'' ہے اور جو صرف دکھاوے کے لیے زبان سے تو مبادیات دین کا اقرار کرے، لیکن دل سے قائل نہ ہو وہ ''منافق'' ہے، پھر جو دل اور زبان دونوں سے ان مبادیات کو تسلیم نہ کرے وہ ''کافر'' ہے، اور جو پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھے گرچہ وہ تحریف شدہ ہی ہوں تو وہ قرآنی

اصطلاح میں ''اہل کتاب'' کہلاتے ہیں۔اب ذرا دل تھام کر ڈاکٹر طاہر القادری کے اختراعی ذہن سے نکلی ہوئی تقسیم پڑھیے:

'' پوری دنیا کی جو تقسیم کی جاتی ہے وہ Believers اور Non-Believers کی کی جاتی ہے ۔ Non-Believers کفار کو کہتے ہیں علمی اصطلاح میں،اور Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، مذہب ان کا کوئی بھی ہو۔تو جب Believers اور Non-Believers کی تقسیم ہوتی ہے تو یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب Believers میں شمار ہوتے ہیں، یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے۔''

(یوٹیوب پر خطاب)

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ کس طرح ایک ہی جملے سے حق وباطل کے درمیان کھڑی ہوئی مستحکم دیوار منہدم ہو رہی ہے۔اسلامی سرمایہ کتب میں ایمان والوں کے لیے Believers کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور غیر مسلموں کے لیے Non-Believers کا لفظ بولا جاتا ہے۔ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق یہودی اور عیسائی بھی ایمان والے ٹھہرے۔اس تشریح کے تسلیم کرنے کے بعد کئی طرح کی الجھنیں سر ابھارتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں:

۱۔ اگر عیسائی اور یہودی بھی ''ایمان والے'' ہیں تو پھر ان سے قرآن ایمان لانے کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے؟

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ ۔(سورہ آل عمران ۱۱۰) اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا۔

۲۔ اگر عیسائی اور یہودی بھی ''ایمان والے'' ہیں تو پھر لازمی طور پر یہ ماننا ہوگا کہ ''ایمان والوں'' کے حق میں جو بشارتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب اہل کتاب کے لیے بھی تسلیم کر لی جائیں؟ جب کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ جب تک اہل کتاب ''ایمان والوں'' کی فہرست میں داخل نہ ہو جائیں انہیں آخرت کا اجر وثواب نہیں مل سکتا۔دلیل کے لیے یہ آیت کریمہ دیکھیے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔(سورہ مائدہ ۶۵)

اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

۳۔ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی یہ فکر بڑی ہی خطرناک راستے پر چلی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں'' اور خواہ یہودی ہوں یا عیسائی وہ نہ ساری کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی سارے رسولوں پر،لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب انہیں ''ایمان والے'' تسلیم کر رہے ہیں لہذا یہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر بھی ایک شخص ''ایمان والا'' ہو سکتا ہے، یا پھر یہ کہ جب آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کو تسلیم کرنے والا ''ایمان والا'' ہے اور یہودی نیز عیسائی ایمان والے ہیں تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ قرآن آسمانی کتاب ہے اور نہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیغمبروں کی صف میں شامل ہیں ،جبھی تو ان کے بغیر بھی وہ ''ایمان والے'' ہو گئے۔(العیاذ باللہ)

۴۔ بہت ممکن ہے یہ کہا جائے کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے یہود ونصاری پر Believers کا اطلاق کرتے ہوئے لفظ کا لغوی معنی مراد لیا ہے نہ کہ اصطلاحی معنی ،یعنی یہود ونصاری بھی بعض انبیاء اور سابقہ کتابوں پر یقین رکھنے کے دعوے دار تو بہر حال ہیں،تو میں کہوں گا کہ یہ مفہوم تو ''اہل کتاب'' کی اصطلاح سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے اور اس حوالے سے امت میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے، پھر آخر کس جذبہ کے تحت انہیں بھی مسلمانوں کی صف میں شامل کیا جا رہا ہے؟

آپ مانیں یا نہ مانیں موصوف کی اس جدید اصطلاح کے پس پردہ کچھ نہ کچھ تو ہے، ورنہ اس زحمت میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کوئی جدید فکر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، لیکن بات ایسی دھماکہ خیز ہوتی ہے کہ وہ اس کی یک لخت نقاب کشائی کے رد عمل سے بچنے کے لیے ہولے ہولے چلمن اٹھانے کو ترجیح دیتا ہے پھر جب بہت حد تک حالات سازگار محسوس ہونے لگتے ہیں تو پس چلمن وہ منحوس چہرا سامنے کھڑا دکھائی دیتا ہے کہ عقل ششدر وحیران رہ جاتی ہے اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔بعینہ یہی تاثر آپ آنے والے صفحات میں محسوس کریں گے پھر میری اس

فکری توجیہ کی صداقت کے قائل ہو جائیں گے۔

۵۔اب تک تو ہم یہی سمجھتے آرہے تھے کہ قابل قبول مذہب صرف ایک ہے اور وہ ہے ''اسلام''، لیکن ڈاکٹر صاحب کی مندرجہ بالا تشریح سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی ''مسلمانوں'' کی صف میں کھڑے ہونے کے مجاز ہیں۔ غضبناک لب ولہجے کا ذرا تیور تو ملاحظہ کیجیے:

''اور Believers اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی بھیجی ہوئی وحی پر، آسمانی کتابوں پر، پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں، مذہب ان کا کوئی بھی ہو۔''

بات بالکل صاف ہے کہ ایک شخص کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، وہ بعض صورتوں میں بہرحال ''ایمان والا'' کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ اختراعی عقل وخرد کی رفاقت میں چلتے ہوئے موصوف کس بند گلی میں پہنچ گئے ہیں۔اس فہم وفراست پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ غیروں کی دل بستگی کے نشے میں خود اپنا ہی سرمایہ افتخار داؤں پر لگا دیا۔یہ مقام ہنسنے کا نہیں بلکہ کھلی آنکھوں سے مستقبل کے ان دردناک لمحات کے ادراک کا ہے جب ''ایمان والے'' اور ''بے ایمان والوں'' کے درمیان حد فاصل کھینچنا دشوار ہو جائے، کبھی غیروں کو اپنا سمجھا جائے اور کبھی اپنے غیروں کی صفوں میں جاتے ہوئے محسوس ہوں پھر حق وباطل کا سارا تصور غبار آلود ہو جائے۔

قرآن کریم نے کس طرح مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان مضبوط فصیل قائم کی ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں اور یہ بھی دیکھیں کہ اللہ رب العزت نے یہود ونصاریٰ کو آپس میں ایک دوسرے کا ساتھی بتایا ہے۔

يَآاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْيَهُوْدَوَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ، بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ لَايَهْدِىْ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔(سورہ مائدہ ۵۱)

ترجمہ:اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو اپنا ہمدم ورفیق نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ومددگار ہیں، اور تم میں جو بھی ان کا اپنا دوست بنائے گا وہ بلاشبہ انہیں میں سے سمجھا جائے گا، بے شک اللہ ظالموں کے لیے راہ ہدایت کشادہ نہیں فرماتا۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ رب العزت کو جب یہ پسند نہیں ہے کہ غیروں کے ساتھ ہدایت یافتہ خوش نصیبوں کے دوستانہ مراسم قائم ہوں، تو پھر اسے یہ کیوں کر پسند ہوگا کہ مذہبی نکتۂ نگاہ سے اپنوں اور غیروں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا جائے؟ اسی سے ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کی جارہی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ضرور ہیں، لیکن تمہیں اس بات کی اجازت نہیں کہ تم انہیں اپنا دوست بناؤ۔

۶۔یہود ونصاریٰ کو ''اہل کتاب'' کی اصطلاح سے پکارا ضرور گیا ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے انہیں بھی کافروں کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔اس حوالے سے قرآن کریم کی یہ آیت ملاحظہ کریں:

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا، اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔(سورہ آل عمران ۸۰)

نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟

اس کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتوں اور انبیاء کو اپنا پروردگار قرار دینا کفر ہے اور کسی شک وشبہ سے بالاتر ہو کر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اپنا رب بنایا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنایا۔اس طرح ایک جہت سے یہ دونوں بھی کافروں کے زمرے میں شامل ہو گئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے اس آیت کی بنیاد پر یہ رائے قائم کی کہ کفر کے مختلف چہرے دراصل ملت واحدہ ہیں۔علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ کفر ملت واحدہ ہے، کیونکہ جنہوں نے فرشتوں کو رب بنایا وہ صابئین اور بت پرست تھے، اور جنہوں نے نبیوں کو رب بنایا وہ یہود، نصاریٰ اور مجوس تھے، اس اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کافر فرمایا ہے۔''

(تبیان القرآن ج دوم ص ۲۲۷)

خدارا عدل وانصاف کی رفاقت میں اس آیت کریمہ کے پیمانے پر ڈاکٹر طاہر القادری کی متذکرہ بالا عبارت کو رکھیں اور اپنے ضمیر کی آواز سننے کے لیے گوش برآواز رہیے۔موصوف کے اختراعی ذہن ودماغ کی گود میں پرورش پانے والی فکر ونظر کی کارفرمائیوں پر غور کریں اور دوسری طرف قرآن کریم کے جلوہ ہائے گونا گوں کے پس پردہ احکامات الٰہی کے روشن وتابناک نقوش سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔دیکھیں تو سہی کہ کہاں موصوف کی فکر جو یہود

ونصاریٰ کو بھی مسلمانوں کی صف میں شامل کر رہی ہے اور کہاں قرآن مقدس کا واضح پیغام کہ وہ کتاب والے ہیں بلکہ کفر کی دہلیز تک پہنچے ہوئے ہیں؟ کس قدر بُعد ہے؟

خیال رہے کہ اپنے نہاں خانۂ دل میں کسی کے لیے قدر ومنزلت کے جذبات رکھنا معیوب نہیں، لیکن یہی قدر ومنزلت اگر تسلیم حق کے درمیان حجاب بن جائے تو وہ معیوب ہی نہیں، قابل مذمت بھی ہے۔ اس لیے مؤدبانہ درخواست ہے کہ غیر جانبدار ہو کر صرف تلاش حق کے جذبے میں ہی میری یہ معروضات پڑھی جائیں۔

میں اپنی گفتگو کا اختتام قرآن کریم کی اس آیت پر کر رہا ہوں، جس کے ترجمے وتفسیر کے لیے میں نے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب ''عرفان القرآن'' ہی کا سہارا لیا ہے۔ خیال رہے کہ اس ترجمہ وتفسیر میں ایک حرف کا بھی میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کر رہا ہوں کہ خود نہیں کے نوک قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کچھ پیغام دے رہے ہیں، از راہ کرم ذرا کان لگا کر سنیے!

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ، فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نٰدِمِينَ ۔(سورہ مائدہ ۵۲)

''سو آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں (نفاق اور ذہنوں میں غلامی کی) بیماری ہے کہ وہ ان (یہود ونصاری) میں (شامل ہونے کے لیے) دوڑتے ہیں، کہتے ہیں ہمیں خوف ہے کہ ہم پر کوئی گردش (نہ) آجائے (ان کے ساتھ ملنے سے شاید ہمیں تحفظ مل جائے)، تو بعید نہیں کہ اللہ (واقعۃً مسلمانوں کی) فتح لے آئے یا اپنی طرف سے کوئی امر (فتح وکامرانی کا نشان بنا کر بھیج دے) تو یہ لوگ اس (منافقانہ سوچ) پر جسے یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں شرمندہ ہو کر رہ جائیں گے۔''

(عرفان القرآن ص، ۱۷۱)

☆☆☆

☆اسسٹنٹ پروفیسر لون اسٹار کالج ہیوسٹن (امریکہ)
چیف یڈیٹر سہ ماہی، آیات امریکہ (اردو)

مرکز تربیت افتاء میں سالانہ جلسۂ دستار بندی وعرس فقیہ ملت

مرکز تربیت افتاء اوجھاگنج کے وسیع صحن میں ۳ جمادی الاخری ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۴/اپریل ۲۰۱۲ء بروز سہ شنبہ صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس پاک اور رسم دستار مفتیان اسلام وحفاظ کرام منایا گیا۔ بعد نماز فجر ادارہ کے اساتذہ و طلبہ نے قرآن خوانی اور ذکر خیر کیا، بعد نماز عصر شہزادگان فقیہ ملت کی قیادت میں امجدی منزل سے چادر پوشی کا جلوس نکالا گیا اور بعد نماز عشا جانشین فقیہ ملت حضرت مولانا انوار احمد امجدی برکاتی کی صدارت میں جلسے کا انعقاد کیا گیا۔

جلسے کا آغاز قاری جناب ابرار احمد لکھنوی کی تلاوت سے ہوا۔ نظامت کے فرائض مولانا قسمت اللہ سکندر پوری نے انجام دیے اور مولانا مقبول احمد مصباحی، مولانا غلام محی الدین سبحانی اور مسعود احمد مصباحی نے فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے چند گوشوں پر روشنی ڈالی اور مولانا مسعود احمد مصباحی نے کہا کہ فقیہ ملت ایک مفتی ہی نہیں بلکہ ایک متبع شریعت ولی کامل تھے نیز بلبل باغ مدینہ انور مرزاپوری، نثار شیریں اور قاری محمد طیش نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ ۱۲ بجکر ۵۵ منٹ پر قل شریف پڑھا گیا جس میں پیر طریقت شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ الحاج غلام عبد القادر علوی صاحب براؤں شریف، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی حضرت علامہ محمد شریف الحسن قادری اور دار العلوم امجدیہ اہلسنت ارشد العلوم کے تمام اساتذہ وطلبہ شریک رہے بعدہ نائب فقیہ ملت مفتی ابرار احمد امجدی نے باہر سے آئے معزز علمائے کرام اور زائرین فقیہ ملت کا شکریہ ادا کیا۔ سالانہ عرس کی تقریب کے خصوصی خطیب جانشین صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری قبلہ نے شیطانی فریب سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اس سے بچنے کی چند صورتوں کو بھی بیان فرمایا ساتھ ہی آپ نے مولانا انوار احمد قادری امجدی اور مفتی ابرار احمد امجدی کو سلسلہ قادریہ رضویہ امجدیہ کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ کل آٹھ (۸) مفتیان اسلام چھ (۶) حفاظ، دس (۱۰) قراء کو علمائے کرام کے مقدس ہاتھوں سے دستار وسند سے نوازا گیا۔ بعدہ صلوۃ وسلام اور حضرت سید نجم الدین صاحب قبلہ کی دعاء پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔

رضوان احمد   دار العلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھاگنج۔ بستی

انوار قرآن

مذہبی رواداری اور فلسفۂ اتحاد

ڈاکٹر طاہر القادری کی اختراعی ذہنیت، اصطلاح سازی، معنیٰ آفرینی اور فلسفۂ اتحاد

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری☆

گزشتہ شمارے میں ہم نے ڈاکٹر طاہر القادری کی اختراعی ذہنیت کے جلوؤں کا تماشہ دیکھا تھا کہ کس طرح ان کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات دین کے متفقہ اساس کو زیروزبر کر دیتے ہیں۔ بات یہ نہیں ہے کہ لغوی اعتبار سے کون صاحب ایمان ہے بلکہ معاملہ اصطلاحی پس منظر کا ہی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو دنیا میں کسی بھی مذہب پر یقین کرنے والا ''صاحب ایمان'' کہلائے گا کہ وہ کسی نہ کسی پر یقین تو رکھتا ہی ہے۔ پھر ذرا یہ بھی تو ملاحظہ کیجیے کہ اسلامی سرمایہ کتب میں یہ لفظ جب ایک مسلمان بولتا ہے تو مراد کیا ہوتی ہے؟ یہی نا کہ جو مذہب اسلام پر یقین رکھتا ہو۔ اس لیے ہزار تاویلات کی کوششیں بھی انہیں تعبیر کی غلطی سے نہیں بچا سکتیں۔ اب آیئے ہم اسی سلسلے کی ایک دوسری کڑی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں۔

تقریب کرسمس کا انعقاد: دیگر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کے فروغ کے لیے منہاج القرآن کے زیر اہتمام باقاعدہ کرسمس کی تقریب منائی گئی، جس میں ڈاکٹر طاہر القادری کے علاوہ بعض مسیحی پادریوں نے بھی شرکت کی۔ اسٹیج کی پشت پر جو بینر آویزاں ہے، اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

Minhajul Quran International

Welcome & Wishes

Merry Christmas

To Christian Brothers and Sisters

Dr. Muhammad Tahirul Qadri

Muslim Christian Dialogue Form (1)

مندرجہ بالا بینر سے یہ امر اچھی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ کرسمس کی تقریب کا انعقاد منہاج القرآن نے کیا تھا جس میں ڈاکٹر طاہر القادری کی بھرپور شرکت شہادت دے رہی ہے کہ یہ تقریب ان کی مرضی سے منعقد کی گئی تھی۔ اس پروگرام میں پادریوں کی موجودگی میں کیک کاٹا گیا۔ ظاہر ہے کہ جس کے نزدیک سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کے حوالے سے ہونے والی محفل اور تقریب کرسمس ایک جیسی ہو تو پھر کرسمس کیوں نہ منائے۔ دل پہ ہاتھ رکھ کر ذرا سنیے:

''۱۲ ربیع الاول اور کرسمس ڈے کو ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔'' (طاہر القادری) (۲)

یقین جانیے کہ متذکرہ بالا عبارت سے مقصود صرف تذکرہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہوتا تو شاید کسی کو اعتراض نہ ہوتا کہ ہم تلاوت قرآن کریم کے ذیل میں ولادت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بارہا پڑھتے رہتے ہیں، لیکن یہاں معاملہ ذکر ولادت عیسیٰ علیہ السلام کی محفل سجانے کا نہیں ہے بلکہ ''تقریب کرسمس'' کے انعقاد کا ہے۔ اس وضاحت کے بعد دو طرح کے سوالات سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں:

۱- کیا تقریب کرسمس عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے؟

۲- اور اگر مذہبی شعار ہے تو پھر کیا ہمیں اس بات کی اجازت ہے کہ ہم دوسروں کے مذہبی شعار کو اپنائیں؟

پہلے سوال کے جواب کے لیے عیسائی دنیا میں ہونے والی کرسمس کی تقریبات کا جائزہ لیں۔ بغیر کسی ادنیٰ جھجک کے آپ یہ کہے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ ''کرسمس'' عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے جس کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل نکات پر غور کریں:

۱- کرسمس کی تقریبات کے موقع پر ساری عیسائی دنیا میں سرکاری تعطیل ہوا کرتی ہے۔

۲- اس موقع پر لوگ اپنے گرجا گھروں میں جاتے ہیں، جہاں خصوصی عبادت کا اہتمام ہوتا ہے۔

۳- تقریب کرسمس کی قیادت عیسائیوں کے مذہبی رہنما کرتے ہیں۔

۴- عیسائی جن کی یاد میں کرسمس مناتے ہیں وہ ان کے مذہب کے

مطابق خدا کا درجہ رکھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

۵- عیسائی اس موقع پر ایک دوسرے کو Marry Christmas کہتے ہیں۔

آپ محسوس کر رہے ہیں کہ کرسمس کی تقریب کا براہ راست تعلق عیسائیوں کی عبادت گاہوں تک جا پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی ممالک میں تعطیل عام کے ذریعہ اس تقریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے، نیز ان کے مذہبی پادری خصوصی عبادت کا اہتمام کر رہے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ ان زمینی حقائق کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ کرسمس بلا شبہ عیسائیوں کا مذہبی تہوار ہے۔ پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی حیثیت سے جشن ولادت مناتے ہیں جب کہ عیسائی اپنے عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی حیثیت سے تقریب کرسمس کا اہتمام کرتے ہیں۔ لہذا دونوں طرح کی تقریبات کسی بھی حیثیت سے ایک جیسی نہیں ہو سکتی۔

ہو سکے تو دل پر جبر کر کے ایک بار اس عبارت کو دوبارہ پڑھیے:

''۱۲ ربیع الاول اور کرسمس ڈے کو ایک جیسی اہمیت حاصل ہے۔'' (طاہر القادری)

سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ کس حیثیت سے دونوں تقریبات ایک جیسی اہمیت کی حامل ہو گئیں، جب کہ پہلی تقریب تو ایک نبی کی جشن ولادت کے موقع پر منعقد ہوتی ہے اور دوسری ان کے عقیدے کے مطابق ایک خدا کی جشن ولادت کی تقریب ہے۔ الاماں والحفیظ

یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ جب کرسمس دراصل ایک مصنوعی خدا کی ولادت کا جشن ہے تو پھر کرسمس میں کسی مسلمان کی شرکت کیونکر جائز ہو سکتی ہے، چہ جائے کہ کسی مذہبی ادارے میں اہتمام کے ساتھ کرسمس کی تقریب منعقد کی جائے؟

امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''کفار میں امور دنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جا سکتی ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو، مگر ان کے امور مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنت الٰہی اترنے کی باعث ہے....'' (۳)

غیروں کی مذہبی تقریبات میں شرکت پر سخت وعید آئی ہے، مثال کے طور پر وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے زیر بحث موضوع کے حوالے سے جواب دیتے ہوئے نقل فرمایا ہے:

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من كثر سواد قوم فهو منهم۔ (۴)

ترجمہ: جو کسی قوم کا جتھا بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

یہ بات کہنے کی نہیں کہ جب موصوف عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کرسمس کو یکساں اہمیت کی حامل تقریبات قرار دے رہے ہیں تو بلا شبہ وہ کرسمس کے انعقاد سے راضی بھی ہیں۔ ذرا دیکھیے تو سہی کہ اس شخص کے بارے میں شریعت اسلامیہ کی رائے کیا ہے جو کسی غیر کے مذہبی تہوار سے راضی ہو؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رضی عمل قوم کان شریك من عمل به۔ (۵)

ترجمہ: جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اس کام کے کرنے والوں میں شریک ہے۔

ضبط و شکیب کی قوت اب بھی باقی ہو تو اسے بھی پڑھیے جسے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے نقل کر کے معتمد بنا دیا ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأى امر الكفار حسنا فقد كفر حتى قالو فی رجل قال ترك الكلام عند اكل الطعام حسن من المجوس او ترك المضاجعة عندهم حال الحيض حسن فهو كافر۔ (۶)

ترجمہ: ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ کافر ہو گیا، انہوں نے یہاں تک شدت اختیار فرمائی کہ اگر کسی شخص نے مجوسیوں کے بارے میں کہا کہ کھانے کے دوران ان کا خاموش رہنا اچھی بات ہے یا ایام ماہواری میں عورت کے پاس نہ لیٹنا عمدہ بات ہے تو وہ کافر ہے۔

غضبناک لب و لہجے کا تیور ملاحظہ کریں کہ غیروں کی مذہبی روایات کی تحسین کس قدر خطرناک ہے؟ اور اسی سے اندازہ لگائیں کہ جب غیروں کے مذہبی اقدار کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا کفر ہے تو پھر اس طرح کی محفلوں کا انعقاد کس قدر قابل مذمت ٹھہرے گا۔

غیروں کے تصور الہ کی عمومیت کا نعرہ:

چند ماہ قبل برطانیہ میں منہاج القرآن کے زیر اہتمام ایک امن کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نہ صرف دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والے موجود تھے، بلکہ ان کے مذہبی رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کو دعوت دی کہ وہ سب اپنی مذہبی روایات کے مطابق اپنے اپنے خداؤں کو پکاریں۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ

" Allah means God nothing else. It is not speacial thing for Muslims. Allah is Arabic word for God, for Brahma, for Lord, for the creator you know. You can raise any word specified for lord according to your own religion. Let us remember our lord according to our traditions and religions. " (۷)

ترجمہ: اللہ کا مطلب گاڈ، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ یہ مسلمانوں کے نزدیک کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ اللہ عربی زبان کا لفظ ہے گاڈ کے لیے، براہما کے لیے، لارڈ کے لیے اور پیدا کرنے والے کے لیے جیسا کہ آپ سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ کے اپنے مذہب کے مطابق خدا کے لیے جو بھی لفظ مقرر ہوا سے پکار سکتے ہیں۔ آیئے ہم سب اپنے اپنے مذاہب وروایات کے مطابق اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ ابتدائی جملے کی کسی حد تک تاویل کر دی جائے کہ اللہ صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ وہ تو اس کا بھی ہے جو اسے تسلیم کرتا ہے اور اس کا بھی جو اسے تسلیم نہیں کرتا لیکن اس کے بعد کے کلمات نہایت ہی تکلیف دہ اور اذیت ناک ہیں۔ اگر دینی غیرت وحمیت کے جذبات موجود ہوں تو سوچئے کہ کیا ہم جسے اللہ کہتے ہیں، ہندو بھی اسے ہی براہما کہتے ہیں اور بودھسٹ بھی اسے ہی بودھا سمجھتے ہیں، نیز کیا عیسائی بھی اسے ہی گاڈ کہتے ہیں؟ آپ کا جواب نفی میں ہوگا، اور یقیناً ہوگا تو پھر مندرجہ بالا جملوں کے حوالے سے آپ اپنے ضمیر کا فیصلہ سننے کے لیے گوش برآواز رہیے۔

اس غیر ذمہ دارانہ طرز مخاطبت کا دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے کہ ایک دینی تحریک کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں غیروں نے اپنے فرضی خداؤں کو برملا پکارا اور ان کی تعریفیں کیں۔ سوچتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح یہ گوارا کرلیا کہ ان کے پروگرام میں اور انہیں کی آنکھوں کے سامنے کفر وشرک کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور وہ خاموش تماشائی بنے رہیں؟ ایسے تکلیف دہ حالات میں مسلمانوں سے توقع تو یہ کی جاتی ہے کہ وہ بلا تاخیر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوں۔ واضح رہے کہ یہ میری ذاتی رائے نہیں، بلکہ ضابطہ خداوندی ہے۔ کان دھریے کہ قرآن پکار رہا ہے:

وَاِذَارَأَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (۸)

ترجمہ: اے مخاطب! جب تم یہ دیکھو کہ لوگ ہماری آیتوں کو طعن وتشنیع کا موضوع بنائے ہوئے ہیں تو تم ان سے دور ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ موضوع سخن تبدیل کرلیں، ہاں اگر شیطان کے بہکاوے سے خیال نہ رہے اور اس طرح کی مجلس میں بیٹھ گئے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھے رہو۔ (فیضان القرآن)

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ کتنی وضاحت کے ساتھ ہمیں ہدایت دی جا رہی ہے کہ جب آیات الٰہیہ کا مذاق اڑایا جائے تو ہم ایسی محفلوں سے دور ہو جائیں، اور اگر بھولے سے بیٹھے رہے تو یاد آتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مندرجہ بالا آیت میں ''آیات الٰہیہ'' سے اللہ کی ہدایات مراد ہیں اور شک نہیں کہ اللہ کی یکتائی کے خلاف جو کلمات غیروں نے ادا کیے ہیں وہ ''آیات الٰہیہ'' کے تمسخر اڑانے کے مترادف ہیں۔

یہ ضابطہ الٰہی سن چکے تو لگے ہاتھوں وہ غضبناک وعید بھی سن لیں جو ایسے لوگوں کے بارے میں آئی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اس قسم کی محفلوں سے دور نہ رکھا:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَأُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ، اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ۔ (۹)

ترجمہ: اور یہ تو تم پر کتاب کریم میں نازل کر دیا ہے کہ جب تم

اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کرتے ہوئے سنو یا، یہ دیکھو کہ انہیں ہنسی میں اڑایا جارہا ہے تو پھر ایسے لوگوں کی مجلس سے اٹھ جاؤ یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگیں اور اگر ایسا نہ کیا تو تم بھی انہیں میں سے شمار کیے جاؤ گے۔

ان کی مجالست سے اعراض نہ کرنے کی صورت میں قرآن کریم کے مطابق منافقین میں سے شمار کیے جانے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام بیضاوی فرماتے ہیں:

فی الاثم لانکم قادرون علی الاعراض عنهم والانكار عليهم اوالكفر ان رضيتم بذالك۔(۱۰)

ترجمہ: تم بھی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہوگے کیونکہ تم وہاں سے ہٹنے پر بھی قادر تھے اور تردید کرنے پر بھی یا پھر ان کے ساتھ کفر میں شریک ہوجاؤ گے جب کہ تم ان کے استہزا پر راضی رہے۔

بہرکیف ان تشریحات سے کم ازکم اس قدر تو واضح ہے کہ جب مسلمانوں کو ایسی محفلوں سے سختی کے ساتھ دور رہنے کا حکم ہے جن میں ہدایات الہیہ کا مذاق اڑایا جائے، تو اس طرح کی محفلوں کا اہتمام کرنا کس قدر قابل غم وافسوس ہوگا۔ یعنی جب غیروں کی ان محافل میں جانے سے بچنے کا حکم ہے جہاں اسلامی تہذیب وروایات کا برسرعام مذاق اڑایا جارہا ہو، تو خود مسلمانوں کا انہیں دعوت دے کر مبادیات اسلام کے مذاق اڑانے کا موقع فراہم کرنا کس درجہ قابل مذمت واستنکار ہوگا۔ مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے ایک واقعہ سنتے چلیں جسے علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

قد روی عن عمربن عبدالعزیز انه اخذقوما يشربون الخمر، فقيل له عن احد الحاضرين، انه صائم فحمل عليه الادب وقرأ هذه الآية ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی جماعت کو گرفتار کیا جو شراب پی رہی تھی، ان سے کہا گیا کہ حاضرین میں سے ایک روزہ دار ہے، لیکن آپ نے جرم میں اسے بھی شریک کیا اور مندرجہ بالا آیت کریمہ پڑھی۔

اس پروگرام کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ جب دیگر مذاہب کے لوگوں کو ان کے مذہبی روایات ومراسم کے مطابق اپنے اپنے خدا کو پکارنے کی نہ صرف اجازت بلکہ دعوت دی گئی تو اس سے بجا طور پر یہ گمان ہوتا ہے کہ دعوت دینے والا ان کے اس فعل سے راضی تھا۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کسی کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔ کھلی آنکھ سے یہ عبارت پڑھیے:

هذا يدل على ان من رضى بالكفر فهو كافر۔(۱۲)

ترجمہ: اس آیت سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ کسی کے کفر سے راضی رہنا بھی کفر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ جب کوئی اسلام قبول کرنا چاہے تو کسی ادنی تاخیر کے بغیر اسے کلمہ پڑھا دینا چاہیے اور پھر ہوسکے تو کسی عالم دین کے پاس لے جائیں تاکہ وہ ضروریات دین سکھا کر اس کے لیے دعائے خیر کرے۔ (باقی)

حوالہ: (۱) یوٹیوب (۲) تراشہ اخبار، لاہور پاکستان (۳) فتاوی رضویہ، ج:۲۱، ص: ۱۶۸ (۴) کنز العمال، حدیث: ۲۴۶۸۱ (۵) المقاصد الحسنۃ للسخاوی، ج:۱، ص: ۴۱۱ (۶) غمز عیون البصائر، ج:۱، ص: ۲۹۵ (۷) یوٹیوب (۸) القرآن الکریم، سورۃ: ۶، آیت ۶۸؛ (۹) القرآن الکریم، سورۃ: ۴، آیت؛ ۱۴۰ (۱۰) تفسیر بیضاوی، ج:۲، آیت: ۲۶۸ (۱۱) تفسیر القرآن للقرطبی، ج:۵، ص: ۴۱۷ (۱۲) تفسیر کبیر للامام رازی، ج:۵، ص: ۴۱۷۔

☆☆☆

☆اسسٹنٹ پروفیسر لون اسٹار کالج ہیوسٹن امریکہ

ناسک کے قاضی سید علی الدین اشرفی کو صدمہ جانکاہ

10 اپریل 2012 بروز منگل ٹھیک 11 بجے سیدہ محترمہ گل نور بیگم صاحبہ (دھولیہ ہزار کھولی) کی طبیعت علیل ہونے کے باعث اُن کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ کی عمر 94 برس تھی، مرحومہ نہایت خلیق اور ملنسار تھیں، مرحومہ، قاضی علی الدین اشرفی، ناسک (عرف قاضی سر) اور سید خورشید میاں انعامدار کی والدہ محترمہ تھیں، ان کے ایصال ثواب کی خاطر 12 اپریل 2012 کو جامعہ اہل سنت صادق العلوم شاہی مسجد ناسک میں قرآن خوانی کی گئی جس میں شاہی مسجد کے امام حافظ عبدالجبار قادری نے مرحومہ کی مغفرت کے لئے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالی مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے (آمین)

محمد رضا نوری ناسک سٹی 8975423192 / 8956332982

نقوش تحقیق

مذہبی رواداری اور فلسفۂ اتحاد

ڈاکٹر طاہر القادری کی اختراعی ذہنیت، اصطلاح سازی، معنی آفرینی اور فلسفۂ اتحاد

ڈاکٹر غلام زرقانی قادری☆

اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کرنے کی دعوت: منہاج القرآن کے زیر اہتمام تقریب کرسمس بڑی شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوئی جس میں منہاج القرآن کے عہدیداران، رضا کار اور شہر کے عمائدین نے شرکت کی، ہی ساتھ اسٹیج پر چند عیسائی پادری بھی موجود رہے تا کہ مذاہب کے درمیان ''ہم آہنگی'' کا تصور فلسفہ وخیال کی غیر مرئی پرچھائیوں سے نکل کر حیز وجود میں منتقل ہوتا ہوا دکھائی دے۔ اس موقع پر تنظیم کے بانی ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی رونق بزم تھے۔ آپ نے اپنی تقریر کے دوران پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''آپ اپنے گھر میں آئے ہیں، قطعا کسی دوسری جگہ پہ نہیں۔ آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے۔ ابھی مسلمان عبادت مسجد میں کریں گے۔ اگر آپ کی عبادت کا وقت ہوجائے تو مسجد منہاج القرآن کسی ایک event کے لیے نہیں کھولی تھی ابدالآباد تک کے لیے کھلی ہے۔'' (یوٹیوب ہر خطاب بموقع کرسمس ڈے)

بلاشبہ ڈاکٹر طاہر القادری میدان خطابت کے بادشاہ ہیں، لیکن نہ جانے کیوں مندرجہ بالا گفتگو بہت حد تک بے ربط سی لگتی ہے، لیکن زیر بحث موضوع پر ان کے دیگر بیانات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ منہاج القرآن کے زیر اہتمام چلنے والی مساجد میں عیسائیوں کو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی کھلی اجازت ہے وہ جب چاہیں آئیں اور عبادت کریں۔

اپنی اس فکر پر جس واقعے کو طاہر القادری نے بطور استدلال پیش کیا ہے اسے تاریخ اسلامی میں وفد نجران کی مدینہ منورہ آمد کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہوا یہ تھا کہ نجران سے چند افراد پر مشتمل اہل کتاب کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کئی دنوں تک یہیں قیام بھی کیا۔ اس واقعے کو امام قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ اسے خود ان کے الفاظ میں سنیے:

وفد نجران فیما ذکر محمد ابن اسحاق عن محمد ابن جعفر بن الزبیر وکانوا نصاریٰ وفدوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالمدینه فی ستین راکبا منهم من اشرافهم اربعة عشر رجلافقامو ا فصلوا فی مسجد النبی صلی اللہ علیه وسلم الی المشرق ، فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم دعوهم .(تفسیر قرطبی ج ٤، ص ١)

ترجمہ: محمد بن اسحٰق نے محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے کہ نجران سے ساٹھ سواریوں پر عیسائیوں کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جن میں ان کے چودہ عمائدین شامل تھے۔ وہ لوگ کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرق کی طرف رخ کرتے ہوئے اپنی عبادت شروع کردی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔

آگے بڑھنے سے قبل مندرجہ بالا واقعہ کے حوالے سے چند نکات پر غور کرلینا چاہیے:

(۱) یہ وفد دین سمجھنے کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے والی ان کی گفتگو آیت مباہلہ کے لیے تمہید بن گئی۔ شیخ ابوالحسن نیشاپوری نے اسے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کا یہ حصہ پڑھیے:

قال: اسلموا، فقالوا: اسلمناقبلك، فقال: کذبتم کیف یصح اسلامکم وانتم تثبتون لله ولدا وتعبدون الصلیب وتأکلون الخنزیر؟ فقالوا: فمن ابوه؟ فسکت رسول اللہ علیه وسلم فانزل اللہ تعالیٰ فی ذلك اول سورة آل عمران الی بضع وثمنین آیة منها آیة

المباهله۔ (غرائب القرآن ج ۳، ص ۹۸)

(۲) چونکہ وفد میں لوگوں کی تعداد اچھی خاصی تھی لہذا انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی۔ (دیکھئے طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۳۵۷)

(۳) وفد نجران کی آمد کا تذکرہ احادیث وسیر کی کئی کتابوں میں موجود ہے، لیکن سبھوں نے مسجد نبوی میں ان کی عبادت کرنے کے حوالے سے نہیں لکھا ہے۔ مثال کے طور پر امام ابن شیبہ نے تاریخ مدینہ میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا عنوان ''وفد نجران'' ہے، لیکن انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح شیخ ابی نعیم الاصفہانی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی وفد نجران کا تذکرہ ہے، لیکن انہوں نے بھی ان کی عبادت کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ مجمع الزوائد میں بھی ان کی عبادت کے حوالے سے کچھ نہیں ہے۔

(۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عبادت کرنے کی دعوت نہیں دی۔

(۵) وفد کے ارکان نے اپنی عبادت شروع کر دی تو صحابہ نے انہیں روکنا چاہا۔ یہ دیکھ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں نہ روکو۔ (دیکھئے دلائل النبوۃ للبیہقی باب قدوم طارق ابن عبداللہ)

(۶) وفد نجران کے واقعہ کے ضمن میں ان کی عبادت کرنے کے حوالے سے جو عبارت منقول ہے وہ شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

(۷) شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی تاریخ وصال میں کسی قدر اختلاف ہے، لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ فصل من مات بین عشر ومایة الی عشرین ومایة کے ضمن میں کیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ۱۱۰ اور ۱۲۰ ہجری کے درمیان وصال پائے۔ اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ موصوف کا وصال ہجرت کے کم از کم سو سالوں کے بعد ہوا ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۱۴۶)

(۸) اس میں شک نہیں کہ واقعہ کے دونوں راوی ثقہ بھی ہیں اور قابل اعتماد بھی۔ شیخ محمد بن جعفر بن الزبیر کے بارے میں امام بخاری نے اعتماد کیا ہے۔ شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ امام نسائی اور امام دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ شیخ ابن سعد نے انہیں بڑا عالم قرار دیا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن اسحاق کے حوالے سے بھی اصحاب سیر نے اعتماد کیا ہے۔ (دیکھئے تہذیب الکمال ج ۱۶، ص ۱۶۸۔ تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۱۴۶)

مندرجہ بالا حقائق کی بنیاد پر یہ امر اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے بلکہ کسی حد تک ضعیف بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فن حدیث کے ماہر امام ابن حجر عسقلانی نے اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

قیل : هذا منقطع ضعیف لا یحتج بمثله۔
(فتح الباری ج ۳، ص ۲۴۰)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے اور اس طرح کی روایت حجت نہیں بن سکتی۔

اسی کے ساتھ ایک دوسری حقیقت پر بھی نگاہ رہے کہ یہاں پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ انہیں مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور نہ ہی اجازت۔ اس لیے مندرجہ بالا حدیث کی بنیاد پر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کرنے کی دعوت دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ اس روایت سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو انہیں روکنے سے منع کر دیا۔ یہ بات بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک گنوار جس نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو آپ نے اسے روکنے سے صحابہ کو منع فرمایا۔ سردست اسی روایت کے الفاظ بھی سنتے چلئے:

عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم رای اعرابیا یبول فی المسجد، فقال: دعوه، حتی اذا فرغ دعا بماء فصبه علیه۔ (صحیح بخاری ج ۱، ص ۸۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہا ہے، تو آپ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے نہ روکو۔ جب وہ اپنی حاجت پوری کر چکا تو آپ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔

ذرا دونوں واقعات پر غور کیجیے اور قدر مشترک تلاش کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۱) دونوں واقعات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو رہے ہیں۔(۲) دونوں کا مسجد میں ہونا مناسب نہیں۔(۳) صحابہ نے دونوں صورتوں میں فاعل کو روکنے کی کوشش کی۔(۴) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو انہیں روکنے سے باز رکھنے کی ہدایت دی۔

خدارا انصاف سے بتایئے کہ جب دونوں صورتوں میں اس قدر یکسانیت ہے تو پھر کیا جس طرح پہلی روایت کی بنیاد پر عیسائیوں کو مساجد میں عبادت کی دعوت دی جارہی ہے بعینہ اسی طرح لوگوں کو مساجد میں پیشاب کرنے کی بھی دعوت دی جائے گی؟ حاشا وکلا، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی مسلمان اس طرح کی اجازت دینے کا تصور بھی حاشیہ خیال میں لانے کی جرات کرسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بڑے ہی فیصلہ کن انداز میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے مسجد نبوی میں اہل کتاب کی عبادت کرنے کے حوالے سے بیان کردہ روایت کی معقول توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

يحمل ان النبى صلى الله عليه وسلم تألفهم بذلك فى ذلك الوقت استجلابا لقلوبهم، وخشية لنفورهم عن الاسلام، ولما زالت الحاجة الى مثل ذلك لم يجز الاقرار على مثله، ولهذا شرط عليهم عمر رضى الله عنه عند عقد الذمة اخفاء دينهم، ومن جملة الا ترفعوا اصواتهم فى الصلاة ولاالقراة فى صلاتهم فيما يحضره المسلمون۔(فتح الباری ج ۳، ص ۲۴۰)

ترجمہ: ہوسکتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تالیف قلبی کے پیش نظر صحابہ کو روکنے سے منع کردیا ہو یا پھر خدشہ ہو کہ روکنے سے وہ اسلام سے برگشتہ ہوجائیں گے، بہرکیف جب اس طرح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تو پھر انہیں یہ سہولت نہیں دی جاسکتی۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمی بناتے وقت ان سے اس بات کا عہد لیتے تھے کہ وہ اپنے دین کو خفیہ رکھیں گے اور مسلمانوں کی موجودگی میں اپنی عبادتوں کے دوران نہ آواز بلند کریں گے اور نہ ہی کلمات۔

خلاصہ کلام یہ کہ مندرجہ بالا روایت کی بنیاد پر اہل کتاب کو مساجد میں عبادت کی اجازت دینا کسی طرح جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

☆☆☆

☆ اسسٹنٹ پروفیسر لون اسٹار کالج ہیوسٹن امریکہ

مولانا محمد شاہد القادرری کو سلطان الہند ایوارڈ

مغربی بنگال میں بھی مسلک وملت کی ترویج واشاعت کے لیے نوجوان علما اپنے اکابر کی سرپرستی میں بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان میں ایک مولانا محمد شاہد القادری کا اسم گرامی بھی سرفہرست ہے۔ان کی جائے ولادت کلکتہ ہے۔دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے فارغ التحصیل ہیں اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد سے گریجویشن پاس کیے ہیں۔مختلف تنظیموں سے منسلک ہیں۔وہ اس وقت مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال کے ترجمان، امام احمد رضا سوسائٹی کے چیئرمین، ماہنامہ گلستان رضا کلکتہ کے ایڈیٹر، مدرسہ حسینیہ غوثیہ کلکتہ کے ناظم اعلیٰ، جامع مسجد دھان کھیتی کلکتہ کے خطیب وامام اور ایک درجن کتب دینیہ کے مصنف ومرتب اور سینکڑوں مضامین کے تخلیق کار ہیں۔

۹ر رجب المرجب ۱۴۳۳ھ/۳۱ر مئی ۲۰۱۲ء سرکار سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے ۸۰۰ر سالہ عرس پاک کے پر بہار موقع پر ''جشن غریب نواز کی محفل'' میں مولانا محمد شاہد القادری کو ان کی علمی، دینی، مسلکی اور سماجی خدمات پر آل بنگال غریب نواز سوسائٹی کلکتہ کی جانب سے ''سلطان الہند ایوارڈ'' سپاس نامہ وغیرہ پیر طریقت حضرت سید مسعود الرحمان قادری رضوی (ہوڑہ) کے دست مبارک سے دیا گیا۔مولانا موصوف کے اعزاز میں امام احمد رضا سوسائٹی کلکتہ کی طرف سے ''جلسۂ تہنیت'' رکھا گیا اور اہل کلکتہ کی جانب سے مبارکبادیاں دی گئیں۔

رپورٹ: حافظ محمد غضنفر محمود رضوی۔آفس سکریٹری، امام احمد رضا سوسائٹی، کلکتہ